قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

(المصلح الموعود رض)

صلح 1351

جنوری 1972

:- ایڈیٹر :-

سید عبدالحی شاہد۔ ایم۔ اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸ | صلح ۱۳۵۱ ہش | جنوری سنہ ۱۹۷۲ء | شمارہ ۳

ترتیب

- ارشادات عالیہ — صفحہ ۲
- اصلاح و ارشاد — صفحہ ۳
- میدان تبلیغ کے ایمان افروز واقعات — صفحہ ۱۱
- خشیت الٰہی — صفحہ ۱۵
- اذان — صفحہ ۲۱
- حضرت صہیبؓ — صفحہ ۲۲
- بجلی — صفحہ ۲۵
- میرا وطن — صفحہ ۲۸
- محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب صدر عالمی عدالت کا خدام سے خطاب — صفحہ ۲۹
- مرکزی اعلانات — صفحہ ۳۰

چندہ سالانہ — چھ روپے

فی پرچہ — ساٹھ پیسے

بیرون پاکستان بذریعہ ہوائی ڈاک — ۲۰ روپے

" " بحری — ۹ روپے

(مبارک اسد خالد مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

پبلشر :- محمد شفیق قیصر

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ خالد

دارالصدر جنوبی ربوہ

ارشادات عالیہ

ہماری قومی ترقی کا راز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسلام جو ایمانی قوت لیکر آیا تھا بہت ضعیف ہو گیا ہے اور عام طور پر مسلمانوں نے محسوس کر لیا ہے کہ وہ کمزور ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آئے دن جلسے اور مجلسیں ہوتی رہتی ہیں اور نت نئی انجمنیں بنتی جاتی ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور امداد کے لئے کام کرتی ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان مجلسوں میں قوم قوم تو پکارتے ہیں، قومی ترقی کے گیت گاتے ہیں لیکن کوئی مجھ کو یہ بتلائے کہ کیا پہلے زمانے میں جب قوم بنی تھی وہ یورپ کی اتباع سے بنی تھی؟ کیا مغربی قوموں کے نقشِ قدم پر چل کر انہوں نے ساری ترقیاں کی تھیں؟ ..... پھر کس قدر ظلم ہے کہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ کر، قرآن کو چھوڑ کر جس نے ایک وحشی دنیا کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنایا ایک دنیا پرست قوم کی پیروی کی جائے۔ جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو! انہوں نے جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نہیں نکل سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گُم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور ان ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال اور عروج کا رہا۔ اس میں سِر یہ تھا

ع۔ خدا داری چہ غم داری۔

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پا سکا۔ اُس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ ایسا زوال آیا کہ اب تم دیکھ رہے ہو..... جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا ان میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا اور نہ یہ تندرست ہوں گے۔ عزت اور عروج اسی راہ سے آئیگا جس راہ سے پہلے آیا۔" (ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۱۵۶-۱۵۸)

اصلاح و ارشاد

(از حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب)

تقریر بر موقعہ سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۱ء

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط

(النحل: ۱۲۶)

قرآن مجید کی جس آیت کی میں نے تلاوت کی ہے اس چھوٹی سی آیت میں چند الفاظ میں اصلاح و ارشاد کے متعلق جو مضامین بیان ہوئے ہیں اتنے وسیع ہیں کہ بلامبالغہ ایک عام علم اور عام عقل کا انسان بھی اگر ان پر غور کرے تو ایک ضخیم کتاب ان پر لکھ سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے توفیق عطا ہو کہ وہ اس کتاب پر مطہر کو مس کر سکتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ کی روشنی میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے ارشادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں چند باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اصلاح و ارشاد کا فریضہ کوئی طوعی فریضہ نہیں ہے کسی مسلمان کے اختیار کا کام نہیں ہے کہ چاہے تو تبلیغ کا کام کرے چاہے تو نہ کرے۔ بلکہ یہ مسلمان کے اوّلین فرائض میں سے ہے اور ایسا حکم ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ اسلئے اگر کوئی مومن واقعۃً مومن ہو اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کی صحیح طریق کے ساتھ کوشش کرنے والا ہو تو وہ تبلیغ کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ میں اصل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور باقی مومنین آپؐ کی اتباع میں اس حکم کے مخاطب ہیں۔

تو یہ خیال کہ ہم تبلیغ نہ بھی کریں تو بھی مومن رہ سکتے ہیں بالکل غلط خیال ہے۔ مومن مجاہد ہے، اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے ربّ کے رستہ کی طرف غیروں کو بلائے۔ اُس کے ربّ کے رستے وسیع ہیں اور جسے ہم تبلیغ کہتے ہیں وہ اُن رستوں میں سے ایک رستہ ہے تبلیغ کے لفظ سے اسے محدود کرنا مناسب نہیں۔ در اصل بے شمار راستوں میں سے ایک اہم رستہ تبلیغ کا رستہ ہے۔ یعنی غیر کو اس کی طرف بلانا۔ اور اس آیت میں بالخصوص میں نے تبلیغ کا ذکر اسلئے کیا کہ یہاں جو سَبِیْلِ رَبِّکَ کی طرف بلانے

کا حکم ہے یہاں تبلیغ مراد ہے کیونکہ آگے جو آیات ہیں اس کے متعلق اور احکامات ہیں وہ اس کو واضح کر دیتے ہیں۔

تو پہلی بات تو یہی تھی کہ دعوتِ حق آپ کے لئے ایک فریضہ ہے اور اس کو آپ ٹال نہیں سکتے۔ اگر ٹالیں گے تو آپ کی ہستی کامل صورت اختیار نہیں کریگی۔ ناقص بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بظاہر تو وہ انسانوں کے زمرہ میں شمار ہوں گے لیکن حقیقتاً وہ مکمل انسان نہیں ہوتے۔ تو تبلیغ کے بغیر ایک مومن خادم کا تصور ناممکن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فریضہ کو کیسے سمجھا اور کس طرح ادا کیا۔ یہ بہت بڑی تفصیل ہے حضور کی زندگی کی ساری تاریخ اس پر شاہد ناطق ہے۔ ایک چھوٹی سی بات میں عرض کرونگا کہ وہ واقعہ آپ نے سنا ہوا ہے کہ سردارانِ مکہ اکھٹے ہو کر حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو تبلیغ سے باز رکھو۔ جو تصورات اس کے ہیں بے شک ہوں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ توبہ کر کے ہمارے دین میں داخل ہو جائے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ یہ دوسروں تک بات پہنچانی بند کر دے۔ اس کے عوض اگر یہ حسین ترین عورت چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا کی حسین ترین عورت پیش کر دیتے ہیں۔ اگر مال و دولت کی خواہش ہے تو جو مال و دولت ممکن ہیں ہم اس کے قدموں میں نچھاور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اسے سرداری کا شوق ہے تو ہم اسے سرداری عطا کرتے ہیں اور سردار تسلیم کر لیتے ہیں لیکن یہ دوسروں کو تبلیغ کرنا چھوڑ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان چیزوں کی جو اہمیت تھی وہ آپ کے اس جواب سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا! اگر ان کے دباؤ میں آکر آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے۔ مجھے آپ کا سہارا نہیں ہے۔ یہ دنیوی چیزیں کیا ہیں۔ خدا کی قسم! اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں تب بھی میں تبلیغ سے باز نہیں آسکتا۔ خدا نے ایک فریضہ مجھ پر عائد فرمایا ہے میں کس طرح اُسے ٹال سکتا ہوں۔

تو اگر اسی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ غلام ہیں تو اس فریضے کی اہمیت کو جب تک آپ اُسی طرح نہیں سمجھتے اور اُسی طرح اپنے اوپر یہ فرض عائد نہیں کرتے غلامی کا دعویٰ بالکل بیکار اور باطل ہوگا۔

اس آیت میں اس ارشاد کے متعلق مزید وضاحتیں بھی فرمائی گئی ہیں۔ تبلیغ کے تصور کے ساتھ فوراً عام انسان کے ذہن میں دلائل آتے ہیں لیکن قرآن کریم نے دلائل کو سب سے بعد میں بیان فرمایا ہے۔ تبلیغ کے لئے سب سے پہلے حکمت کی شرط عائد فرمائی۔ — خدا کی طرف بلانے کا جو کام ہے وہ حکمت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اب لفظ "حکمت" میں بھی بے شمار فلسفے ہیں۔ حکمت کیا چیز ہے؟ اور اس کی تعریف کیا ہے؟ پھر عملی زندگی میں بے شمار تبلیغ کرنے والے تو ہم سے پہلے

گزر چکے ہیں انبیاء علیہم السلام انہوں نے کس موقع
پر کس طرح حکمت سے کام لیا؟ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں تبلیغ کا فریضہ کس طرح ادا
ہوا؟ کس طرح آپ نے مسلمانوں سے تبلیغ کروائی؟
یہ تمام مضامین حکمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مختصراً موجودہ
دور کے مسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اور اپنے
مختصر سے تجربے کے پیشِ نظر جو مجھے خدام الاحمدیہ
میں یا وقفِ جدید میں ہوا ہے میں چند باتیں حکمت
کے متعلق عرض کروں گا۔

حکمت کے بے شمار معانی میں سے جن کا اطلاق
یہاں ہو سکتا ہے بعض پیش کر سکتا ہوں۔ پہلی
بات تو یہ عرض کروں گا کہ موقع محل کو نہ دیکھنا اور
بے موقع اور بے موسم بات کر دینا حکمت کے خلاف
ہے۔ موقعہ و محل میں بھی بہت سی چیزیں آتی ہیں۔
مثلاً ہمارے زمیندار بھائی اگر جون کے مہینے میں
گندم کاشت کر کے دیکھیں تو ان کو پتہ لگ جائیگا
کہ حکمت کے خلاف بات کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے
اگر آپ تمام لوازمات بھی پورے کر دیں، ہل بھی
چلائیں، بڑی بوٹی کی تلفی بھی کریں، کھاد بھی ڈالیں،
پانی بھی دیں، بڑی احتیاط سے اسے کاشت بھی
کریں، جانوروں سے اس کی حفاظت بھی کریں تو
بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اسلئے کہ یہ گندم کا موسم
نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے کہ
کوئی وقت تبلیغ کا ہو ہی نہ۔ جتنے بھی موسم ہیں
اُن میں کوئی نہ کوئی فصل ضرور ایسی ہوتی ہے جو
کاشت کی جا سکتی ہے۔ تبلیغ یعنی خدا کے رستے کی
طرف بلانے کے لئے بھی بے شمار طریق ہیں۔ صحیح
طریق کا انتخاب اور پھر اسے موقعہ اور محل کے
مطابق پیش کرنا حکمت ہے۔

مجھے اپنے ایک معلّم کی بات بڑی پسند
آئی۔ وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اس نے ایک
مولوی صاحب کے متعلق ارادہ کر لیا کہ میں نے
اسے ضرور احمدی کرنا ہے۔ سارے ذرائع اختیار
کئے اور ناکام رہے۔ لیکن اس نے سوچا کہ خدا تعالیٰ
نے اس کے لئے بھی کوئی وقت اور موقعہ رکھا ہوا
ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جنازے کے ساتھ وہ مولوی
صاحب جا رہے تھے کہ یہ بھی ساتھ چل پڑے۔ جب
وہ نعش کو لحد میں اُتار رہے تھے تو انہوں نے جھک
کر اُس کی گردن پکڑ لی اور کہا کہ مولوی صاحب! ایک
منٹ میری بات سُن لیں۔ اس وقت جبکہ آپ اسے لحد
میں اُتار رہے ہیں آپ جانتے ہیں کہ یہ واپس نہیں آئیگا
اس کا یہ آخری تعلق ہے دنیا سے۔ اسی طرح آپ نے
بھی ایک دن لحد میں اُتر جانا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ
اگر آپ سے قیامت کے دن یہ سوال ہوا کہ امام
مہدی کا پیغام آپ کو پہنچا تھا یا نہیں تو پھر آپ کیا
جواب دیں گے؟ یہ بات گزر گئی لیکن یہ چونکہ خشیت
کا وقت تھا اور اُس وقت یہ خدا کے خوف سے
ڈرانا اور قیامت کے وقت سے ڈرانا حکمت کی
بات تھی۔ یہ بیج تھا جو اس موسم میں بویا جاتا ہے
وہ کام کر گیا۔ اسی رات جبکہ ہمارے معلّم گاؤں کی

مسجد میں سوئے ہوئے تھے بارہ بجے کے قریب
مولوی صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور اُن سے
بلا کر کہا کہ ابھی بیعت کا خط لکھو۔ کیونکہ میں سوچتا
رہا اور سویا اور میرے ساتھ یہی نظارہ پیش آیا
جو تم بیان کر رہے تھے۔ چنانچہ اُس کی بیعت انہوں
نے بھجوائی اور بعد میں ان مولوی صاحب نے بہت
تکلیفیں اُٹھائیں۔ اُس گاؤں میں امام مسجد تھے امامت
سے انہیں ہٹایا گیا۔ انہوں نے وہیں ایک چھوٹی سی
چھابڑی لگالی۔ وہ اتنے باغیرت تھے کہ انہوں نے
سلسلے پر بوجھ بننا پسند نہیں کیا۔

حکمت کے مضمون میں ایک اور بات بھی
آتی ہے جو میں خاص طور پر خدام بھائیوں سے کہنا
چاہتا ہوں کہ آپ کا وقت تھوڑا ہے اور بہت قیمتی
ہے۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ اس زمین میں سخت
زمینیں بھی ہیں اور نرم زمینیں بھی ہیں۔ سعید فطرت
بھی ہیں اور ضدی طبیعت کے لوگ بھی ہیں۔ اگر زمیندار
کو وسیع زمین مل جائے تو اپنے تھوڑے وقت کے
پیش نظر وہ یہ کبھی نہیں کرے گا کہ اچھی اور سرسبز و
شاداب زمین کو چھوڑ کر وہ پہلے بنجر زمینوں کے
پیچھے پڑ جائے اور اپنی ساری عمر ان کی آبادکاری
میں ضائع کر دے۔

یہ درست ہے کہ تبلیغ سب کے لئے ہے
لیکن اولین فریضہ آپ کا یہ ہے کہ جو سعید روحیں
ہیں پہلے اُن پر کام کریں۔ میں ایسے دوست جانتا
ہوں جنہوں نے بعض سنگلاخ زمینوں پر کام کر کرکے
عمریں ضائع کر دیں لیکن ایک احمدی نہیں کر سکے بحثیں
چل رہی ہیں مسلسل چلتی چلی جا رہی ہیں اور اُن کا کوئی
نتیجہ نہیں نکلتا۔ حالانکہ بہت سی ایسی سعید روحیں
اُن کو مل سکتی تھیں جن پر وہ توجہ کرتے تو خدا کے فضل
سے بہت زیادہ کامیاب مبلغ بن سکتے تھے۔ اس کا
بھی حکمت سے تعلق ہے۔ پھر ایک ہی راستے پر چل کر
ہر منزل حاصل نہیں ہو جایا کرتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
نے انسانوں کے مختلف مزاج اور مختلف طبیعتیں
بنائی ہیں اور ہر مزاج پر ایک ہی بات اثر نہیں کرتی۔
مکان ہے مثلاً۔ اس میں آپ نے داخل ہونا ہے تو اس کا
کہیں دروازہ ہوگا۔ بعض دفعہ دروازہ مغرب میں
ہوگا، بعض دفعہ مشرق میں ہوگا۔ بعض دفعہ اس کے
کھلنے کی کل ایسی ہوگی جسے خاص طریق پر گھمائیں گے
تو وہ کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔ اب آپ دیوار
کے ساتھ بیٹھے ٹکریں مارتے رہیں اور دروازے
کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کریں تو یہ ایک بیکار
کوشش ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی
طبیعت بنائی ہے اور اس میں دروازے مقرر
فرمائے ہیں۔ بعض لوگ دلائل سے متاثر ہوتے ہیں
اور بعض لوگ روحانی نشانات کو دیکھ کر متاثر
ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی زندگی میں دیکھیں۔ بعض لوگوں نے آپؑ کے
معجزات کو دیکھا اور قبول کیا۔ بعض صرف آپؑ کے
چہرے کو دیکھ کر احمدیت کے قائل ہو گئے۔ کیونکہ
وہ صداقت پہچاننے کا مادہ رکھتے تھے منطقی دلائل

اُن پر اثر نہیں کرتے تھے۔ بعض بڑے بڑے علماء تھے جو علمی دلائل سے قائل ہوئے۔

انسانی فطرتوں میں داخل ہونے کے مختلف راستے ہیں۔ آپ کو مزاج پہچاننے چاہئیں، حالات دیکھنے چاہئیں اور حکمت کے پیشِ نظر موقعہ محل کا یہ بھی مطلب ہے کہ وہ ماحول دیکھیں جس میں کہ وہ شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اُس وقت اُس ماحول کے مطابق اُسے تبلیغ کریں۔

بعض اوقات ایک آدمی ایک احمدی دوست کے قریب آرہا ہے۔ لیکن وہ اتنا قریب نہیں آیا کہ اُس میں جرأتِ ایمانی پیدا ہو اور ہمارے احمدی دوست حکمت کا خیال نہ رکھ کر خود ہی اُسے پرے دھکیل دیتے ہیں۔ مثلاً وہ ایسی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے جہاں وہ جانتا ہے کہ اگر احمدیت کا ذکر آیا تو وہ طیش کھائیں گے اور میرے خلاف ہو جائیں گے اُن کے سامنے جا کر کہتا ہے "السلام علیکم۔ آئیے آپ کو تبلیغ کروں"۔ اور پھر کوئی مسئلہ چھیڑ دیتا ہے۔ وہ کہے گا یہ شخص پاگل ہو گیا ہے، مجھے اس نے عجیب مصیبت میں ڈال دیا ہے اور اگلی دفعہ اس سے ملنے سے بھی کترائے گا۔ تو یہ بھی حکمت کے خلاف بات ہے۔

قرآن کریم میں جو انبیاء کے تبلیغ کے حالات ہیں اُن کا آپ اگر تجزیہ کریں تو اس آیت میں جو احکامات ہیں ان سب کے مضامین اس میں آ جاتے ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت لوطؑ، حضرت صالحؑ وغیرہ جتنے انبیاء ہیں ان کے واقعات میں اس آیت کے پیشِ نظر تمام مضامین آجاتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح حکمت سے کام لیا اور کس طرح موعظہ حسنہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

موعظہ حسنہ کو حکمت کے بعد رکھا گیا ہے۔ ابھی تک دلیل کا ذکر نہیں آیا۔ نصیحت دلیل کو نہیں کہتے۔ فرمایا تم حکمت سے کام لیتے ہوئے موعظہ حسنہ پیش کرو۔ موعظہ حسنہ کی بہترین مثال دیکھنی ہو تو آپ حضرت مسیح موعودؑ نے تقویٰ کے مضمون پر جو باتیں بیان فرمائی ہیں ان کا مطالعہ کریں۔ ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہے اور دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ عبارات سیدھی دل میں جاگزیں ہو گئی ہیں۔

تو موعظہ حسنہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ نصیحت اخلاص اور محبت میں اس طرح ڈوبی ہوئی ہو کہ وہ دل سے نکلے اور دل میں جذب ہو جائے اور درمیان کی ساری روکیں بیچ میں سے غائب ہو جائیں۔ ماں بچے کو جو نصیحت کرتی ہے ہمدردی کے ساتھ، دکھ کے ساتھ، پیار کے ساتھ وہ موعظہ حسنہ ہے۔ اور ماں سے زیادہ پیار کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ماں کی نصیحت سے کئی گنا زیادہ اثر ان کے اندر ہوتا ہے۔ تو عمدہ نصیحت اختیار کرنا اور عمدگی اور محبت کے ساتھ اُسے پیش کرنا موعظہ حسنہ کا ایک پہلو ہے۔

پس جب تک آپ جدال سے قبل محبت کی زبان میں، ہمدردی کی زبان میں، خلوص میں ڈوب کر، ایسے دُکھ کے ساتھ بات کرنی نہ سیکھ جائیں کہ دوسرا انسان سمجھے کہ یہ میرے غم میں ہلاک ہوا جا رہا ہے۔ اُس وقت تک آپ موعظہ حسنہ پہنچانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد دلیل کا مقام آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مَوْعِظَةِ حَسَنَةِ کے بعد فرمایا:۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

جب حکمت بظاہر کام نہ کر رہی ہو۔ یا یہ کہنا چاہیئے کہ حکمت نے ایک زمین تیار کر لی ہو اور اس کے بعد موعظہ حسنہ نے زمین کو اور نرم کر دیا ہو، گداز کر دیا ہو، طبیعت مائل ہو جائے تو پھر علم کی باری آتی ہے۔ پھر تمہیں دلائل پیش کرنے پڑیں گے اور صرف اسی پر بس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حکمت اور موعظہ حسنہ دونوں دلوں کو پسیجتے ہیں اور انسانی فطرت کا دُودھ اُترنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نہ سمجھیں کہ بات ختم ہو گئی۔ پھر اس دُودھ کو دوہیں۔

جہاں جدال کا ذکر ہے وہاں سے دلائل شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جس میں جدال کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ جدال جو ہے اس جدال میں سختی اور خشونت کا مفہوم ہرگز نہیں ہے۔

قرآن کریم نے جدال کے ساتھ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہہ کر احسن کی شرط لگائی ہے۔ ہو سکتا ہے مخالف تبلیغ کے دوران سختی بھی اختیار کریں، گالیاں بھی دیں، آپ کو جسمانی تکلیفیں دیں۔ ان سب کے نتیجہ میں آپ کو اس حقیقت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ آپ کو صرف جدالِ حسنہ کی اجازت ہے۔ اس طرح دفاع کرنے کی اجازت ہے جس کو قرآن کریم جدال حسنہ فرماتا ہے۔ یہ جدالِ حسنہ کیا ہے؟ اس کی تعریف خود قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تبلیغ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے بیان ہو رہا ہے)

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ

عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ○

کہ جب تمہارا مقابلہ ہو تو جدال حسنہ سے کام لو۔ اپنا دفاع بہترین رنگ میں کرو۔ جدالِ حسنہ ہم اس کو کہیں گے جس کے نتیجہ میں جو تمہارا جان کا دشمن ہو وہ جان فدا کرنے والا دوست بن جائے۔ یہ ہے جدالِ حسنہ۔ اب آپ دیکھ لیں کہ کیا اس رنگ میں آپ اپنے دوستوں اور بھائیوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ کیا آپ کو طیش کے مقابل طیش نہیں آ جاتا۔ کیا سخت کلامی کے مقابلے پر آپ سخت کلامی نہیں شروع کر دیتے۔ اور کیا واقعی آپ کا دلائل دینے کا انداز بھی اتنا میٹھا، اتنا پیارا اور اتنا تحمل والا ہوتا ہے کہ دشمن کو وہ دوست بنا سکے اور جان نثار دوست بنا سکے۔

جدال حسنہ کے لئے ایک شرط قرآن کریم نے

مقرر فرماتی ہے اور وہ شرط ہے صبر کی۔ فرمایا۔ ہم تمہیں جدالِ حسنہ کا حکم دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ صبر کی شرط لازمی ہے۔ اگر تم میں صبر نہیں ہے تو تم جدالِ حسنہ کے اہل ہی نہیں بن سکتے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

کہ میرے پیارے بندو! تم جدالِ حسنہ کے لئے میرے ارشاد پر تیار تو ہو جاؤ گے لیکن ایک بات ہم تمہیں بتا دیتے ہیں وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ جدالِ حسنہ کے لئے یہ انقلاب برپا کر دینا کہ جان کا دشمن جان فدا کرنے والا دوست بن جائے۔ یہ سوائے اہلِ صبر کے اور کسی کو عطا نہیں ہو سکتا۔ اور اہلِ صبر میں سے بھی اس کو عطا ہوا ہے جو تمام صبر کرنے والوں کا بادشاہ تھا۔ فرمایا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ اور یہ مقام عطا نہیں مگر ذو حظٍّ عظیم کو۔ اس پاک محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جس کو اخلاقِ حسنہ کا عظیم الشان حصہ عطا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی تبلیغ کے دوران میں کس طرح جان کے دشمنوں کو فدائی دوستوں میں تبدیل فرمایا ہے یہ حضورؐ کی سیرت و سوانح کے زرّیں نمونوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فدائیت اور جاں نثاری کے واقعات کو پڑھنے والا ہر شخص جان سکتا ہے۔

آخری بات میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ قرآن کریم کا اس پہلو سے مطالعہ ضرور کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں سمجھتا ہوں کہ بعض خاص طریقہ ہائے تبلیغ کے متعلق بعض خاص انبیاء کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ہمارے ہاں بے صبری کا ایک یہ بھی مظاہرہ ہوتا ہے کہ تھوڑی سی بات کے بعد وہ سمجھتے ہیں کہ حجت تمام ہو گئی۔ اور کہتے ہیں کہ بس اب عذاب کا انتظار کرو۔ چھوٹی چھوٹی ہمتوں والے لوگ مباہلوں کا چیلنج دے بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس اب وہ آخری وقت آ گیا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ پر آیا تھا اور اس سے پہلے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا تھا۔ اور اب ہم اس مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ مباہلہ کریں اور اگلے کو ہلاک کر دیں۔ حالانکہ حجت تمام کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ سورۂ نوح کا مطالعہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی آخری دعا سے پہلے جس میں اس قوم کی ہلاکت کی دعا مانگی ہے کیا کیا باتیں پیش کی ہیں کہ کیا کیا میں اس قوم کے ساتھ کر چکا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"دن رات میں نے ان کو نصیحتیں کیں۔ میں نے ان کو صبح سے ڈرایا ہے۔ شام سے بھی ڈرایا ہے تمام بدلتے ہوئے موسموں میں، تمام بدلتی ہوئی کیفیات میں ان کو انذار کیا۔ میں نے ہر طریقے سے تیرا پیغام انہیں پہنچایا۔ میں نے

گریہ وزاری بھی کی۔ ان کی منتیں بھی
کیں۔ اور اے خدا! تمام دروازے
کھٹکھٹائے ہیں اور اب میں ان کی
ہلاکت کی دعا کر رہا ہوں۔"

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دُعا بھی خدا تعالیٰ کی اس اطلاع کے بعد تھی کہ اب یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ نوحؑ نے کہا کہ اب تو تُو مجھے اطلاع دے بیٹھا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو اے خدا! اس آخری اطلاع کے بعد اب میں تیرے حضور گریہ وزاری کرتا ہوں کہ ایسے انسانوں کو جو کافر اور ملحد جنیں، ایسی ماؤں کو جو فجار اور کفار پیدا کریں یہ بہتر ہے کہ ایسے لوگوں کو اس دنیا سے اُٹھا لے۔

یہ ہے حجت تمام کرنا۔ آپ کو اپنے حوصلے بہت بلند رکھنے پڑیں گے۔ تبلیغ میں پہلا اور آخری حربہ دُعا کا ہے۔ دُعا کی مدد کے بغیر کوئی تبلیغ نہیں ہو سکتی، کوئی توفیق نہیں مل سکتی۔ انبیاء کا طریقِ زندگی قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اس کا مطالعہ کرکے بڑا لطف آتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کو مخاطب کرتے کرتے اپنے ربّ سے بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ ان کے حالات آپ پڑھیں۔ سخت مجادلہ ہو رہا ہے، قوم سے بات ہو رہی ہے، اچانک دل خدا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ اے ربّ! تو ہی دلوں کو بدلنے والا ہے۔ جانے سے پہلے دُعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری زبان میں فصاحت و بلاغت عطا فرما۔ ہم تبلیغ کے لئے جانے والے ہیں، ہمیں نصرت عطا فرما۔ خدا سے ہر رنگ میں دُعائیں پہلے بھی کرتے ہیں، تبلیغ کے دَوران بھی کرتے ہیں اور بعد میں بھی دعائیں کرتے ہیں اور مایوس نہیں ہوتے دُعاؤں کا سہارا لیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو فتح عطا فرماتا ہے۔

تو میرے بھائیو! آپ مبلّغ ہیں اور اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ آپ کو بہرحال تبلیغ کرنی ہے۔ آپ اس فریضے کو چھوڑ کر مومن نہیں کہلا سکتے۔ تبلیغ کے لئے آپ کو درد پیدا کرنا پڑے گا۔ لوگوں سے محبت رکھنی پڑے گی۔ تبلیغ کے لئے آپ کو موعظۂ حسنہ کی تلاش میں رہنا پڑیگا تبلیغ کے لئے آپ کو بار بار خدا سے لو لگانی پڑیگی اور مجادلے کے لئے تیاری کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر شخص کو کامیاب مبلّغ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

مشعلِ راہ

جن مجالس کے ذمہ مشعلِ راہ کا حساب ہے وہ فوری توجہ فرما کر اپنا حساب بے باق کریں۔ یہ رقم ان کے ذمہ قرض ہے جس کی ادائیگی از بس ضروری ہے۔

(بشیر احمد شمس معتمد مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ)

میدانِ تبلیغ کے ایمان افروز واقعات

(مکرم و محترم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ سلسلہ احمدیہ)

(یہ تقریر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں تلقینِ عمل کے پروگرام میں کی گئی تھی۔)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ
إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ
قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ
إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُونَ ۝ (الانفال: ۳)

"مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اس کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیں۔ نیز مومن وہ ہیں جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

برادران! بیرونی ممالک میں جس جس ملک میں، جس جس شہر، قصبہ اور گاؤں میں جماعت احمدیہ کے ذریعے تبلیغِ اسلام ہو رہی ہے وہ تمام ملک اور مقامات بلکہ ان کے مکین اور رہنے والے جنہوں نے احمدیت کے ذریعہ اسلام کی نعمتِ عظمیٰ کو پایا آیات اللہ اور خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مُہر ثبت کرتے ہیں اور ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں جب کہ برصغیر ہند میں آپ پر کفر کا فتویٰ لگ رہا تھا اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اطلاع دی:۔

فَحَانَ أَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ۔

"کہ وقت آگیا ہے کہ آپ کی مدد کی جائے اور بنی نوع انسان میں آپ کو متعارف کیا جائے۔"

پھر آپ اپنے ایک شعر میں کس تحدی سے اپنی کامیابی اور عالمی شہرت کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

فما اشقی بلعن اللاعنین
وذکری سوف یذکر فی البلاد

یعنی لعن طعن کرنے والوں کی لعن طعن مجھے میرے مقصدِ عظیم میں ناکام نہیں کر سکتی اور وہ زمانہ آرہا

ہے کہ میرا ذکر شہروں اور ملکوں میں
عزت سے لیا جائے گا۔"

پس ہر وہ ملک، شہر، قصبہ یا گاؤں جہاں اب
احمدیت کے ذریعہ تبلیغِ اسلام ہو رہی ہے اور وہ
احمدی مبلغین کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو کر حضرت
محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج
رہے ہیں وہ آپؐ کے فرزندِ جلیل بانیٔ سلسلہ عالیہ
احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے مامور
من اللہ ہونے کی زبردست دلیل اور مومنین کے
ایمان میں ترقی کا باعث ہیں۔

ان ہی ممالک میں سے ایک ملک براعظم
افریقہ کے مغربی حصہ میں غانا کا ہے جو اپنی آزادی
سے قبل گولڈ کوسٹ کے نام سے مشہور تھا اور اس
علاقہ میں خاکسار کو پندرہ سولہ سال تک خدمتِ
اسلام کی سعادت حاصل ہوئی اور آج اس مختصر
وقت میں خاکسار اس ملک سے متعلق چند واقعات
پیش خدمت کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا واضح
ثبوت اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر برہانِ
قاطع اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا نشان ہیں۔

(۱) غانا میں احمدیت کا آغاز حضرت اقدس
مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ینصرک
رجالٌ نوحی الیھم من السماء
کے مطابق ایک خواب کے ذریعہ
ہوا جو اس ملک کے وسطی ریجن میں واقع
گاؤں EKRAWFO کے ایک باشندہ
یوسف نیارکو YUSUF NYARKUO نامی نے
۱۹۲۰ء میں اپنی عارضی رہائش گاہ واقع منکسم
MANKESSIM میں دیکھا کہ وہ گورے رنگ
کے آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہے۔

یہ اُن دنوں کی خواب ہے جب کہ یورپین
پادری مغربی افریقہ میں اپنی حکومتوں کی بھرپور مدد
سے عیسائیت کا جال وسیع پیمانے پر پھیلا رہے تھے
اور عیسائیت کا شکار ہونے والے مقامی لوگ مسلمانوں
کو یہ طعنہ دیتے تھے کہ اسلام جسے وہ محمڈن ازم کا نام
دیتے تھے۔ صرف کالے لوگوں کا مذہب ہے۔ کوئی
سفید فام مسلمان نہیں۔

بہرحال یوسف نیارکو نے اپنی خواب کا
ذکر ایک نائیجیرین مسلمان عبدالرحمٰن پیڈرو (PEDRO)
سے کیا جو منکسم سے چھ میل کے فاصلے پر سالٹ پانڈ
کے قصبہ میں رہتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے یوسف کی خواب
سُن کر کہا کہ میں نے ہندوستان میں ایک مُسلم مشن
کے موجود ہونے کے متعلق اخبارات میں پڑھا ہے،
جس کی ایک برانچ لندن میں بھی ہے اور اس کے
ممبران کا مذہب عقیدہ و عمل میں اسلام ہے۔

یوسف نیارکو نے اپنی خواب ایک سرکردہ
مسلمان چیف مہدی APPAH کو بھی بتائی۔ جس نے
ارد گرد کے علاقہ کے تمام مسلمانوں کی منکسم میں میٹنگ
بلائی اور یہاں فیصلہ ہوا کہ قادیان خط لکھ کر ایک
مبلغ کے غانا بھجوانے کی درخواست کی جائے۔
جس کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے الحاج مولانا عبد الرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ کو لندن سے غانا بھجوایا۔ آپ کے ذریعہ سینکڑوں لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۲) احمدیت کا آغاز غانا کے جنوبی حصہ میں ہوا تاہم سلسلہ حقہ ایک علاقہ میں محصور نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان غیب سے پیدا کر دیئے کہ شمالی علاقہ بھی احمدیت کے نور سے منور ہوا۔

۱۹۲۹ء میں شمالی غانا کے مشہور قصبہ WA کا ایک باشندہ مومن کوری MOMIN KORI الحاج حکیم فضل الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کر کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہوا اور اس طرح احمدیت کی بنیاد شمالی غانا میں پڑی۔ لیکن اس علاقہ میں روحانی انقلاب کا باعث ایک اور شخص ہوا جس کا نام الحاج معلم صالح تھا۔ اس نے الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ۱۹۳۲ء میں صداقت کو قبول کیا اور پھر دیوانہ وار تبلیغ میں مشغول ہو گیا اور اپریل ۱۹۳۲ء میں باقاعدہ جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مخالفین نے اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ مخالفت کی آگ کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور الحاج صالح کو تمام قسم کے دکھ اور تکالیف برداشت کرنے پڑے۔

ایک مرتبہ ایک مخالف روشندان سے الحاج صالح کے کمرے میں داخل ہوا۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھے مخالف نے شدتِ بغض سے بد حواسی میں جو وار کیا اس سے قرآن کریم دو ٹکڑوں میں کٹ گیا اور الحاج صالح معجزانہ طور پر بچ گئے۔ اس کٹے ہوئے قرآن کریم کا نسخہ اب بھی جماعت وا کے پاس موجود ہے۔ مخالفت بڑھتی رہی یہاں تک کہ مخالفینِ سلسلہ مکرم الحاج صالح کو انکے آبائی وطن سے جون ۱۹۳۷ء میں زبردستی نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن پانچ ماہ کے بعد وہ حکومت کے اعلیٰ افسران کی مداخلت سے پھر واپس چلے گئے لیکن مخالفین اپنی مخالفت میں کوئی کمی کرنے والے نہ تھے۔ خصوصاً جبکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ایک ایک دو دو کر کے لوگ احمدیت قبول کرتے جا رہے ہیں۔

چنانچہ متعدد مرتبہ مخالفین اس زبردستی انخلاء میں کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ پھر احمدیوں کی واپسی کا انتظام فرما دیتا۔ یہ انخلاء اور واپسی کے دَور وا کے احمدیوں پر آتے رہے اور اندر ہی اندر حق کی متلاشی رُوحوں کے لئے صداقت کو معلوم کرنے کا جذبہ بڑھتا رہا اور یہ مخالفت ہی احمدیت کی ترقی کے لئے کھاد ثابت ہوئی جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مقام جہاں سے ایک احمدی کو نکال کر وہ سمجھتے تھے کہ احمدیت یہاں پنپ نہیں سکتی۔ اس مقام کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ تمام غانا میں سب سے بڑی احمدی آبادی وا میں ہی ہے جو اب ہزاروں کی تعداد میں ہے اور

غانا کی سب سے بڑی، سب سے مخلص اور سب سے زیادہ منظم جماعت ہے اور غانا کی سب سے بڑی مسجد بھی وا ہی میں ہے اور اب حضرت اقدس امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قائم کردہ مجلس نصرت جہاں کی سکیم "آگے بڑھو" کے ماتحت سب سے پہلا احمدیہ گرلز سیکنڈری سکول بھی جو نصرت جہاں اکیڈیمی کے نام سے موسوم ہے وا میں ہی شروع کیا گیا ہے۔ غانا کی سب سے پہلی لیجسلیٹو اسمبلی میں وا کے حلقہ سے منتخب نمائندہ "مومن" بھی وا کا پہلا احمدی MR. MOMIN KLROY تھا۔

(۳) شمالی غانا کے قصبہ SALAGA کا ایک غیر احمدی معلم جو بچپن میں اپنے والد کے ساتھ مکہ گیا تھا اور وہاں کئی سال قیام کر کے واپس آیا تھا ۱۹۳۹ء میں غانا کے ساحلی علاقہ میں GOMOR SARAHA گاؤں میں آیا اور پروپیگنڈا شروع کیا کہ وہ مکہ سے آیا ہے۔ اور ابھی تک کوئی مہدی وغیرہ نہیں آیا۔ اِس جماعت کے دوستوں نے جماعت کے دوستوں نے جماعت کے امیر الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کو بُلایا۔ آپ نے عربی میں علامات مہدی علیہ السلام پر تقریر کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ میں ان علامات کے پورا ہونے کو بیان کیا۔ یہ مکہ کا تعلیم یافتہ معلم مکرم مبشر صاحب کی بیان فرمودہ تقریر کے نفسِ مضمون پر تو کوئی اعتراض نہ کر سکا لیکن اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے لوگوں کو اُکساتا رہا۔

مکرم مبشر صاحب کی واپسی کے دوسرے دن اِس گاؤں کے غیر از جماعت افراد بلکہ اسکے اردگرد کے دیگر دیہات کے لوگوں نے اپنے ملکی رواج کے مطابق سفید کپڑے کے ٹکڑے (جو فتح کی علامت قرار دیئے جاتے ہیں) سروں پر باندھ کر جلوس نکالے اور جلوس میں فینٹی زبان میں گاتے پھرے کہ "زلزلہ نہیں آیا اسلئے مہدی نہیں آیا"۔ اِس خبر پر مکرم مبشر صاحب نے چند دن دعا کی اور دورانِ دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنہیں یہ یقین دہانی ہو گئی کہ زلزلہ آئے گا۔

اِس دُعا کے بعد مکرم مبشر صاحب نے اِس علاقہ کے تین بڑے بڑے دیہات میں جلسوں کا پروگرام بنا کر جلسے منعقد کرنے شروع کئے۔ NKWAMKROM اور AFRANSI کے جلسوں میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں کے متعلق پیشگوئیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ اِس مُلک میں بھی زلزلہ لائے گا۔ جب اِن دونوں جلسوں کے بعد تیسرے مقام MEDINA PETEDUASI پہنچے تو وہاں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو وقفہ وقفہ کے بعد زلزلہ آیا۔ اور غانا کے دارالخلافہ اکرا میں عمارات کو نقصان پہنچا۔

مکرم مبشر صاحب جب اِس گاؤں سے نکل

(باقی صفحہ ۔۔۔)

(محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی مبلغ سلسلہ احمدیہ)

(تقریر برموقعہ سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۱ء)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن حکیم میں بنی نوع انسان کی ہدایت کا مکمل انتظام فرمایا تا کمزور اور ناچیز انسان جسے اُس خدائے بزرگ و برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اپنی بے حساب بے انداز کمزوریوں، غفلتوں اور گناہوں کے سبب بھٹک بھٹک کر کہیں تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

جہاں ایک طرف اس نے انسان کے دل میں خود اپنی محبت اور اپنی رضا کے حصول کی جستجو رکھی تو دوسری طرف اس کی رحمتِ بے پایاں کا سمندر بار بار جوش زن ہوتا اور دنیا کے ہر ملک و قوم میں وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورتِ زمانہ اپنے رسول بھیجتا رہا۔ اور اِس طرح بروقت اپنے الہام کی آسمانی بارش نازل فرما کر پیاس سے تڑپتی روحوں کو جاں بر اور شادماں اور سوکھے کھیتوں کو سیراب و شاداب کرتا رہا۔

آخر ایک وقت آیا کہ جب دُنیا میں شر و فساد حد سے بہت بڑھ گیا تو دنیا نے وہ مبارک زمانہ بھی دیکھا جب ہمارے ربِ محسنِ حقیقی نے انسان کے لئے مکمل شریعت دیکر حضرت سرورِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس طرح دائمی بے عیب شریعت قرآن حکیم نازل فرما کر قیامت تک پیدا ہونے والے بنی نوع انسان پر احسانِ عظیم فرمایا۔ مزید برآں اس کی لفظی اور معنوی حفاظت کا بھی اپنے فضل اور کرم سے خود ہی انتظام فرمایا اور حسبِ ضرورت و استعداد اپنے بندوں کو اپنے کلامِ حکیم کا فہم اور اپنی معرفت بھی عطا فرماتا رہا۔ اسی سلسلہ میں اِس آخری زمانہ میں طاغوتی چالوں اور دجالی طلسم کو پاش پاش کرنے اور قرآن کریم کی حفاظت و اشاعت کے لئے ہمارے ہر شے سے پیارے رب کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جس نے قادیان کی گمنام بستی سے آواز بلند کی۔

میں وہ پانی ہوں کہ اُترا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

دوڑ کر میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سعید روحیں تمام اکنافِ عالم سے حضورؑ کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کی خاطر جمع ہونے لگیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے خدا تعالیٰ کے مومن بندے اپنے خالق و مالک پیارے رب کے ساتھ دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت کرنے لگے۔ پھر چادر تقویٰ نصیب ہوئی اور خدا کے بندے اپنے محبوب محسن حقیقی کے حسن و جمال و جلال کی معرفت پا کر ہر آن اس سے ترساں و لرزاں رہنے لگے۔ اور بہت سے خوش بخت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کا مصداق ٹھہرے۔ رضی اللہ عنہم۔

اس خشیتِ الٰہی کا سبب یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کوئی ظالم وجود یا ڈراؤنی ہستی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کی معرفت، اس کے بے شمار و قطار احسانات کا اقرار، اس کی طاقتوں، قدرتوں اور غنیٰ کا احساس اور اپنی بے حساب کمزوریوں، غفلتوں اور گناہوں کے علم و اعتراف کے باعث مومن ترساں و لرزاں رہتا ہے کہ کہیں وہ اپنے پیارے رب کی رضا سے محروم نہ ہو جائے۔ کیونکہ اپنے ربّ کریم کی رضا میں ہی اس کا سکھ، اس کا چین اور اس کی جنت ہے اور اس کی رضا کا ہمیشہ کے لئے پالینا ہی اس کا مقصودِ حیات۔ جس طرح ایک سعید فرمانبردار بچہ اپنے والدین سے شدید محبت کے باوجود ان کی ناراضگی کے خوف سے ڈرتا اور گھبراتا ہے اور ان کی خوشی کے بغیر تسلی نہیں پاتا اسی طرح بلکہ نسبتاً اس سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ کا عبد اپنے معبود حقیقی کی گود کے بغیر اور کہیں چین نہیں پاتا۔

قرآن حکیم سے پتہ لگتا ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے دو بڑے محرک ہیں۔ اوّل اس کے انعامات و احسانات اور خوش کن انجام کی امید یعنی اس کا جمال۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی طاقتوں، قدرتوں اور غنیٰ کا احساس یا اس کا جلال۔ اسی وجہ سے مامورینِ الٰہی کے اندر بھی تبشیر اور انذار کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء (۱۶۵) میں فرمایا رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ یعنی رسول خوشخبریاں دینے والے اور ڈرانے والے۔ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ الایمان بین الخوف والرجاء کہ ایمان کی حالت خوف اور امید کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ نیز قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سچے طور پر خشیت الٰہی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے تو یکدم اس کی سفلی زندگی پر ایک موت وارد ہو کر پاک اور طیب زندگی اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ سورۃ البیّنۃ کی آخری آیت میں ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اسے ملتے ہیں جو

اُس سے ڈرتا ہے۔

پھر سورۃ مریم (۶۴) میں فرمایا:۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ
مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○

یہ جنت وہ ہے کہ جس کا وارث
ہم اپنے بندوں میں سے اُسے
کریں گے کہ جو اپنے رب سے
ڈرنے والا ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں اور پیرایوں میں تقویٰ اللہ کی نسبت اس کی اہمیت کا کم و بیش ۱۶۰ بار ذکر فرمایا ہے۔ سچ ہے کہ ع

ہر چہ عارف تر است ترساں تر

جس قدر کوئی معرفت الٰہی میں بڑھا ہوا ہوتا ہے اُسی قدر وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

ہمارے آقا انسان کامل سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی و نفسی جنگ بدر کے موقع پر اپنی بے سروسامانی اور دشمن کی طاقت کا خیال کرکے اپنے مالک حقیقی کے حضور عاجزی سے دعا فرماتے ہیں کہ اے خدا اگر یہ صحابہ کا چھوٹا سا گروہ آج مارا گیا تو تیرا نام دنیا میں کون بلند کرے گا؟ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی نے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت اور نصرت کا وعدہ نہیں ہے؟ جواب میں حضور نے فرمایا کہ وعدہ تو ہے لیکن میں خدا تعالیٰ کے غنی سے ڈرتا ہوں۔ اللہ اللہ! کس قدر خشیت الٰہی اُس مقدس وجود کے سردار پر طاری تھی کہ جس کی خاطر خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ اَكْثَرَ مِمَّا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ
اَنْبِيَائِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے
کہ می ترسد از آں یارے کہ ستار است و غفار است

یعنی میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ جو شخص خدا سے ستار و غفار سے ڈرتا ہے کبھی رسوا ہو جائے

پھر اپنی مبشر اولاد میں سے بعض کی آمین کے موقع پر اپنے منظوم کلام میں تقویٰ کی اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

؎

نہ دیکھیں وہ زمانہ بیکسی کا
مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لقا ہے

یہی آئینہ خالق نما ہے
یہی اِک جوہر سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
"اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے"
(الہامی مصرع)

یہی اک فخر شانِ اولیا ہے
بجز تقویٰ زیادت اُن میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہی دار الجزا ہے
مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصلِ اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ نام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

آئینہ کمالاتِ اسلام کے صفحہ ۱۶۵ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاطر کی آیت ۲۹ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کی اچھوتی اور بے نظیر تشریح یوں فرمائی ہے:-

"یعنی اللہ جلشانہ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اُس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں۔ خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے معنوں کا مآل اور ماحصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علم عظمتِ ذات و صفاتِ باری ہے جس کی ہم تفصیل لکھ چکے ہیں اور اسی کی طرف درحقیقت اشارہ اس آیت میں بھی ہے یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ (سورۃ البقرہ ۲۷۰) یعنی جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی۔ حکمت سے مراد علم عظمتِ ذات و صفاتِ باری ہے اور خیر کثیر سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (یونس ۵۹) پھر ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۵) یعنی اے میرے ربّ تو مجھے اپنی عظمت اور معرفت شیون اور صفات کا علم کامل بخش۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

ان دونو آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا
کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوّل المسلمین
ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں
کی نسبت علوم معرفتِ الٰہی میں اعلم ہیں یعنی
علم اُن کا معارفِ الٰہیہ کے بارے میں
سب سے بڑھ کر ہے اسلئے اُن کا اسلام
بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اوّل المسلمین
ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس زیادتِ علم کی طرف اُس دوسری
آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ
فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
عَظِيْمًا ۝ (النساء ۱۱۴) یعنی خدا تعالیٰ
نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تُو خود بخود نہیں
جان سکتا تھا اور فضلِ الٰہی سے فیضانِ
الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنی
تُو معارفِ الٰہیہ اور اسرار اور علومِ
ربّانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ
نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب
سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ غرض علم اور معرفت
کو خدا تعالیٰ نے حقیقتِ اسلامیہ کے حصول
کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ اور اگرچہ حصولِ
حقیقتِ اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے
صوم وصلوٰۃ اور دُعا اور تمام احکامِ الٰہی
جو چھ سَو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علمِ عظمت و

وحدانیتِ ذات اور معرفتِ شیون وصفات
جلالی وجمالی حضرت باری عزّ اسمہٗ
وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ
ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفتِ الٰہی
سے بکلّی بے نصیب ہے وہ کب توفیق
پا سکتا ہے کہ صوم وصلوٰۃ بجا لاوے یا
دُعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول
ہو۔ ان سب اعمالِ صالحہ کا محرک تو معرفت
ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل
اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے بنین وبنات
ہیں اور ابتداء اس معرفت کی پرتوہ اسمِ
رحمانیت سے ہے نہ کسی عمل سے نہ کسی
دُعا سے بلکہ بلا علّتِ فیضان سے صرف
ایک موہبت ہے يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ مگر پھر یہ معرفت
اعمالِ صالحہ اور حُسنِ ایمان کے شمول سے
زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر
الہام اور کلامِ الٰہی کے رنگ میں نزول
پکڑ کر تمام صحنِ سینہ کو اس نور سے منوّر
کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے اور
اس معرفتِ تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام
صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ
تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے
ہیں حاصل ہو جاتی ہے اور انسانی روح
نہایت انکسار سے حضرتِ احدیت میں اپنا

سر رکھ دیتی ہے۔ تب دونو طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے یعنی بندہ کی رُوح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الٰہی جو میرا ہے سو تیرا ہے اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو زندہ کرنا اور شریعت کو قائم کرنا ہے۔ اسی مبارک آسمانی پروگرام کی تکمیل ہمارا مدعا ہے۔ ہمارے ذمہ دنیا کے بھولے بھٹکوں اور خستہ حال رُوحوں کو خدا تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور نورِ اسلام سے منور کرنا اور انہیں محبوب حقیقی کے آستانہ پر حاضر کرنا ہے مگر یہ بھاری فریضہ، یہ اہم ترین کام خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے بغیر کمزور اور ناچیز انسانوں کے ہاتھوں ہونا ممکن نہیں۔ ہمیں ہمیشہ یہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی امراض کا علاج آج کا انسان اپنی زندگی میں تمام معاملات طے کرنا چاہتا ہے۔

خدا کرے کہ ہم سب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش، توقعات اور دعاؤں کے مطابق اپنے اندر مناسب حال انقلاب پیدا کرلیں۔ اُس کے فضل اور کرم سے ہمارے نفسوں میں اسلام زندہ ہوجائے اور ہمیں تمام دنیا میں اسلام کو زندہ کرنے کی توفیق ملے۔ ہمارے نفسوں میں قرآن کریم کی شریعت قائم ہوجائے اور ہم اس آخری شریعتِ ربانی کو تمام دنیا میں قائم کرنے کی توفیق پائیں۔ آمین

خدا کرے کہ اس کے فضل اور کرم سے ہمیں اُس کی معرفت، اُس کی محبت، اُس کے خوف اور اُسکے قرب کا بلند ترین مقام نصیب ہو اور ہم اُسکے دین اور خلق خدا کی خدمت کی محبوب ترین توفیق جو اُسکے حضور مقبول بھی ہو پائیں۔ آمین

خدا کرے ہماری زندگیوں میں ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کی توحید قائم ہوجائے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے دنیا کا ہر فرد بشر حصہ پائے۔ ہم پُر معصیت، کمزور اور ناچیز بھی اُس کے فضل اور کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فرزندوں میں شمار کئے جائیں۔ ہر دو جہان میں ہمیں اپنے محسن پیارے رب کی رضا کی جنت نصیب ہوجائے اور ہمارا انجام اُس کے فضل سے بخیر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اذان

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"جب انگریزی عدالت کا شروع شروع میں دخل ہوا اُس وقت یہاں ایک کاردار رہتا تھا۔ اس کا ایک سپاہی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ اُس نے مُلاں کو کہا کہ بانگ دے مگر مُلاں نے بہت ہی آہستہ بانگ دی۔ سپاہی نے کہا کہ اونچی آواز سے بانگ کیوں نہیں دیتا جو دوسروں تک بھی پہنچ جائے۔ مُلاں نے کہا میں اونچی آواز سے بانگ کیوں کر دوں۔ کیا میں پھانسی پر چڑھوں؟ اس پر سپاہی نے کہا نہیں، تو کوٹھے پر چڑھ کر بہت اونچی آواز سے بانگ دے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سلطنت کی تبدیلی ہو چکی ہے۔ مسلمان کے مسجد میں بلند آواز سے اذان کہنے پر تمام پنڈت برہمن جمع ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے مجسٹریٹ ضلع کے پاس پہنچے جو کہ انگریز تھا اور اس کے سامنے شکایت کی کہ ہم پر بڑا سخت ظلم ہوا ہے کہ ایک مسلمان نے بانگ دی ہے اور اس بانگ نے سخت نقصان کیا ہے کیونکہ اِس سے ہماری چیزیں بھرشٹ ہو گئی ہیں، نہ آٹے گوندھے ہوئے پکانے کے کام کے رہے نہ روٹیاں پکی ہوئی کھانے کے لائق رہیں۔ نہ کپڑا پہننے کے قابل رہا۔ گھر کے سب برتن بھرسٹ ہو گئے۔ مجسٹریٹ دانا تھا اُس نے کہا وہ بڑی پُر تاثیر اذان معلوم ہوتی ہے۔ اُس نے مؤذن کو فوراً بلایا۔ چنانچہ وہ مؤذن طلب کیا گیا اور مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوا۔ ایک طرف غریب مؤذن اکیلا کھڑا تھا اور دوسری طرف پنڈتوں، برہمنوں اور کھتریوں کے گروہ کے گروہ داد فریاد کرتے ہوئے جمع تھے۔ انگریز نے اُس مؤذن کو کہا کہ ہم تمہاری اذان سُننا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے سامنے اُسی طرح اذان کہو۔ چنانچہ اُس نے اذان کہی۔ صاحب نے کہا کہ اِس اذان سے تو کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اور ہندوؤں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا اِس مُلاں نے اسی طرح اذان و بانگ دی تھی؟ اِس پر سب برہمن اور اُن کے ساتھی چلا اُٹھے کہ نہیں حضور وہ بانگ تو بہت بلند آواز سے تھی۔ تب مجسٹریٹ نے کہا کہ تم نے یہ بانگ بہت آہستہ کہی ہے تم بلند آواز سے بانگ کہو۔ تب اُس نے بہت بلند آواز سے بانگ کہی جس کو مجسٹریٹ نہایت غور سے سنتا رہا اور بعد ختم ہونے کے تعجب کے ساتھ اپنے سررشتہ دار کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا کہ اِس بانگ سے تو ہمارا کچھ بھرشٹ نہیں ہوا کیا تم پر کوئی ایسا اثر ہوا ہے کہ تمہاری کوئی چیز بھرشٹ ہو گئی ہو؟ سررشتہ دار ہنسا اور کہا کہ کچھ نہیں۔ تب مجسٹریٹ نے کہا کہ یہ پنڈت شریر معلوم ہوتے ہیں اِن سب کے مچلکے لئے جاویں اور اگر آئندہ کوئی ایسی شرارت کریں تو اِن کو سزا دی جاوے۔"

(بدر جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۰-۹ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء)

سیرت صحابہؓ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(عرفان احمد خان)

آپ کا نام صہیبؓ اور کنیت ابو یحییٰ تھی والد کا نام سنان اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت مقید تھا۔ آپ موصل کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے جو دریائے فرات پر جزیرہ اور موصل کے متصل واقع تھا۔ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ رومیوں نے اس علاقے پر چڑھائی کی اور آپ کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گئے اسلئے آپ کی پرورش رومیوں میں ہوئی۔ ذرا بڑے ہوئے تو بنو کلب نے خرید لیا اور مکہ لے آئے جہاں عبداللہ بن الجدعان نے خرید کر آپ کو آزاد کر دیا۔

جب مکہ میں ندائے توحید بلند ہوئی تو ایک دن آپ آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے حضورؐ نے آپ کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کی جسے سن کر آپ فوراً ایمان لے آئے۔ اس وقت تک تیس آدمی ایمان لا چکے تھے۔ حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے جنہوں نے ندائے توحید پر لبیک کہا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صہیبؓ روم کا پہلا پھل ہے۔

ایک اور موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا دین میں سبقت کرنے والے چار ہیں۔ عرب میں سب سے پہلے اسلام لانے والا میں ہوں۔ اہلِ روم میں سے صہیبؓ، اہلِ حبشہ میں سے بلالؓ اور اہلِ فارس میں سے سلمانؓ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔

آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور آپ نے تجارت سے کافی دولت پیدا کر لی تھی۔ ہجرت کے وقت جب آپ نے بھی ہجرت کا قصد کیا تو مشرکینِ مکہ نہایت سختی کے ساتھ سدِ راہ ہوئے اور بولے "تم ہمارے ہاں مفلس اور محتاج ہو کر آئے تھے یہاں رہ کر تم نے دولت جمع کی اور اب تم اسے ساتھ لئے جاتے ہو۔ یہ کبھی نہ ہو سکے گا" —— آپ نے یہ دیکھ کر اپنا ترکش نکال لیا اور فرمایا:۔

"اے گروہِ قریش! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں۔ خدا کی قسم! تم لوگ اس وقت تک میرے نزدیک نہیں آسکتے جبتک

میرے تمام تیر ختم نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد میں تلوار کھینچوں گا اور اس وقت تک تمہارا مقابلہ کروں گا جب تک میرے بازو کام کرتے رہیں گے۔ ہاں اگر میرا مال و اسباب چاہتے ہو تو کیا اسے لے کر میرا راستہ چھوڑ دو گے؟"

مشرکین نے رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ نے سارا مال مشرکین کے حوالے کر دیا اور خالی ہاتھ قبا پہنچے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا۔ یا رسول اللہ! قریش نے مجھے تنہا دیکھ کر روک لیا اور بالآخر تمام مال و دولت کے عوض اپنی جان خرید کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ابو یحییٰ! تمہاری تجارت فائدہ مند رہی۔"

آپ بہت حساس طبیعت کے مالک تھے۔

آپ جب ہجرت کر کے قبا پہنچے تو حضورؐ حضرت کلثومؓ بن ہدم کے ہاں فروکش تھے۔ اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ آپؐ کے سامنے کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت صہیبؓ بھوکے پیاسے تھے اسلئے بلا تکلف کھجوریں کھانے لگ پڑے۔ چونکہ سفر میں آپ کی ایک آنکھ دُکھتی تھی اسلئے حضرت عمرؓ نے متعجب ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ صہیب کو نہیں دیکھتے کہ آنکھ دُکھنے کے باوجود کھجوریں کھا رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا۔ صہیبؓ! تمہاری آنکھ دُکھتی ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا یا رسول اللہ میں اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو اچھی ہے۔ یہ سُن کر رسول اللہؐ مسکرانے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دلجوئی کا بے حد خیال رکھتے تھے اور ہرگز پسند نہ کرتے تھے کہ آپ کا کوئی صحابیؓ قول و فعل کے ذریعے انکی دل آزاری کا باعث ہو۔ چنانچہ تمام صحابہؓ آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بالخصوص حضرت عمرؓ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ ابو لؤلؤ کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میری نمازِ جنازہ صہیبؓ پڑھائیں اور مجلسِ شوریٰ جب تک آئندہ ہونیوالے خلیفہ کا چناؤ نہ کرے اُس وقت تک امامت اور خلافت کا کام بھی آپ ہی سرانجام دیں۔ چنانچہ آپ نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی سے یہ فرض انجام دیا۔

آپ نے شوال ۳۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ستر برس تھی۔

ماہانہ رپورٹ

قائدین مجالس اس بات کی پابندی فرمائیں کہ کام تھوڑا ہو یا بہت یا بیشک بالکل ہی نہ ہو مطبوعہ رپورٹ فارم پر ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک اپنی کارگزاری کی رپورٹ مرکز میں بھجوا دیا کریں تا مرکز آپکی راہنمائی کر سکے۔ جن مجالس نے نومبر دسمبر کی رپورٹیں نہیں بھجوائیں وہ جلد ارسال کریں۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

خواجہ عطاء الرحمٰن منیر
متعلّم تعلیم الاسلام کالج ربوہ

برقیات

بجلی

الٰہ دین اور اُس کے چراغ کی داستان بہت مشہور ہے۔ اِس چراغ کی بدولت وہ بڑے سے بڑا کام سرانجام دے لیتا تھا۔ آج الٰہ دین کا چراغ تو موجود نہیں مگر ایک دوسری طاقت پر انسان نے قابو پا لیا ہے جسے بجلی کا نام دیا گیا ہے۔

بجلی سائنس کی ایک ایسی ایجاد ہے جس کی بدولت آج انسان زندگی کے صحیح مزے لُوٹ رہا ہے اور زندگی کی بھرپور لطافتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ بجلی انسانی زندگی اور اِس کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس کی وجہ سے نت نئے تجربات کئے جا رہے ہیں اور نئی نئی سائنسی ایجادات معرضِ وجود میں آ رہی ہیں۔ بجلی کو سب سے پہلے ڈاکٹر روڈیسن نے دریافت کیا اور اس کے متعلق بہت سے تجربات کئے۔ پھر بدلتے وقت کے ساتھ ساتھ اس کی ایجادات میں معتدبہ اضافہ ہوتا گیا۔۔۔۔ آج بجلی اپنی انتہائی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

بجلی کوئی مادی شے نہیں بلکہ حرارت کی طرح ایک قوت یا اثر کا نام ہے۔ اس کا نام ایک یونانی لفظ سے لیا گیا ہے جس کے معنی عنبر کے ہیں۔ یونانیوں کو معلوم تھا کہ جب عنبر کو رگڑا جائے تو ہلکی چیزیں مثلاً تنکے اور بھوسہ اس کی طرف کھنچتے ہیں۔

آہستہ آہستہ سائنس دانوں نے مزید مشاہدے شروع کئے اور بجلی کے متعلق ہمارا علم بڑھنے لگا۔ اگرچہ بجلی اور اس کی پُراسرار خاصیتیں ابھی تک سائنس دانوں کے لئے محض دل بہلانے کی چیزیں تھیں لیکن دل کا بہلاوا ہی وہ بنیاد ہوتی ہے جس پر سائنس کی تعمیر ہوتی ہے۔ گزشتہ سَو سال کے دَوران میں یہ معلوم ہُوا ہے کہ وہ تمام اشیاء جنہیں ہم ٹھوس جانتے ہیں دراصل ٹھوس نہیں۔ لوہا بھی ٹھوس نہیں اور دنیا کی سخت ترین چیز ہیرا بھی ٹھوس نہیں۔ بلکہ یہ چیزیں بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنی ہیں جن کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ صرف مثبت اور منفی بجلی کے ذخیرے ہیں اور یہ منفی بار کے ذرّات ترتیب شدہ خانوں ([illegible]) میں مرکز کے گرد مستقل طور پر گھومتے رہتے ہیں۔

جن مادوں میں یہ ذخیرے بہت کثرت سے ہوں اس میں یہ بجلی بآسانی گزر سکتی ہے۔ تانبا بجلی کے گزرنے کے لئے بہترین مادہ ہے۔ اسی لئے بجلی

کے تمام تار تانبے کے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ربڑ، لکڑی اور چینی مٹی جیسے مادے بجلی گزارنے کے لئے اتنے کمزور ہیں کہ ان کا استعمال بطور بجلی روکنے کے آلات کے ہوتا ہے کیونکہ ان میں منفی ذخیرے مقیّد ہوتے ہیں۔ وہ آزادی سے اِدھر اُدھر نہیں گھوم سکتے اسلئے اُن میں سے بجلی نہیں گزر سکتی۔ اور بجلی کا قمقمہ بھی اسی قسم کی ایک تار سے بنایا جاتا ہے جسے ٹنگسٹن کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مزاحمت پیدا کرتی ہے۔ جب بجلی کے راستے میں مزاحمت ہوتی ہے تو حرارت پیدا ہونے لگتی ہے اور پھر نئی حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ تار روشن ہو جاتی ہے۔ اور بلب جلنے لگتا ہے۔

بجلی کی رَو دو طریقوں سے پیدا کی جا سکتی ہے، رگڑ سے اور کیمیائی عمل سے۔ اگر شیشے کی ایک سلاخ کو ریشم کے کپڑے سے رگڑ کر کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پرزوں کے قریب لایا جائے تو پُرزے سلاخ سے چمٹ جاتے ہیں۔ گھاس کے تنکے بھی چمٹ جاتے ہیں اور پھر گر پڑتے ہیں۔ اس رگڑ سے سلاخ میں بجلی کی ہلکی سی رَو پیدا ہو جاتی ہے۔

بڑے بڑے کارخانوں میں انجنوں کے ذریعہ وسیع پیمانے پر بجلی پیدا کی جاتی ہے بعض مقامات پر اس سلسلہ میں پانی کی تیز روانی سے فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔ یہ پانی بجلی پیدا کرنے والی مشینوں کو چلاتا ہے۔ ان مشینوں میں بہت بڑی مقدار میں بجلی پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی بجلی کی یہی حقیقت ہے۔

برسات کے موسم میں جب آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ آبی بخارات میں بھی بجلی موجود ہوتی ہے۔ برسات کے موسم میں آبی بخارات زیادہ مقدار میں ہوتے ہیں اسلئے بجلی زیادہ جمع ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں مثبت اور منفی دونوں قسم کی قوتیں جمع ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کو نہایت تیزی سے اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ چونکہ کشش کا عمل نہایت تیز ہوتا ہے اسلئے بادلوں کے درمیان کی ہوا زور سے رگڑ کھا کر دب جاتی ہے۔ رگڑ سے اس میں حرارت اور حرارت کی تیزی سے چمک پیدا ہوتی ہے جسے ہم بجلی کا کوندنا کہتے ہیں۔

جب ہوا دبتی اور رگڑتی ہے تو اس سے آواز پیدا ہوتی ہے جسے ہم بادل کا گرجنا کہتے ہیں۔ یہ چمک اور گرج ایک ہی وقت میں پیدا ہوتی ہے مگر چونکہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کافی کم ہے اسلئے ہمیں گرج ہمیشہ چمک سے تھوڑی دیر بعد سُنائی دیتی ہے۔

بجلی ہمارے بہت سے کام کرتی ہے یہ ایک نہایت فرمانبردار خادمہ کی طرح ہر وقت حکم کی منتظر رہتی ہے۔ جونہی بٹن دباتے ہیں یہ کام پر لگ جاتی ہے۔ رات کی تاریکی کو دُور کر کے ہمارے کمرہ کو روشن کرتی ہے۔ گرمی سے بچانے کے لئے ایئر کنڈیشنر اور پنکھے چلاتی ہے۔ گویا ہمارے

کمرے کو ہماری خواہش کے مطابق گرم یا سرد کرتی ہے، گھنٹیاں بجاتی ہے، ایک جگہ سے دوسری جگہ ایک لمحے میں پیغام پہنچاتی ہے۔ کپڑے دھونے، نچوڑنے اور استری کرنے کے لئے بجلی کے آلات استعمال ہوتے ہیں۔ کھانا بجلی کی انگیٹھیوں پر پکایا جاتا ہے۔ جہاز، ریل گاڑیاں اور موٹریں بجلی کی مدد سے چلتی ہیں۔ ایک منزل سے دوسری منزل تک اُترنے چڑھنے کے لئے بجلی کی سیڑھیاں استعمال کی جاتی ہیں جنہیں اسکلیٹر (Escalator) کہتے ہیں۔

ایک انچ کے دس ہزارویں حصے کی پیمائش بجلی کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ لاسلکی پیغامات بھی بجلی ہی کے کرشمے ہیں (Electro Magnetic waves) اور آواز کی لہروں کو آلات کی مدد سے الیکٹرو میگنیٹ لہروں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور ان لہروں کی مدد سے ہی چاند پر پہنچنے والوں کو ہدایات دی جاتی ہیں۔

چاند پر ہوا نہیں ہے۔ دو انسان قریب قریب کھڑے ہو کر جتنا بھی اونچا بولیں وہ ایک دوسرے کی بات نہیں سُن سکتے۔ اور اس مسئلہ کو بھی ان ہی لہروں سے حل کیا جاتا ہے۔

چاند پر پہنچنے والے زمین سے لاکھوں میل دُور زمین والوں سے مبارکباد وصول کرتے ہیں۔

لاسلکی کے ذریعے تصویریں بھی ہر جگہ بھیجی جاسکتی ہیں۔ جہاں ایک طرف بجلی انسان کے لطف اندوز ہونے کے لئے ٹی۔ وی اور سینما میں کام کرتی ہے وہاں دوسری طرف انسانوں کو بیماریوں سے نجات بھی دلاتی ہے۔ ایکسرے اور دوسرے آلات بجلی کے بغیر کام نہیں کر سکتے ؛

میدانِ تبلیغ کے ایمان افروز واقعات

(بقیہ از صفحہ ۱۴)

مرکز سالٹ پانڈ واپس ہوتے تو راستے میں دیہاتوں میں احمدی اور ان کے ساتھ عیسائی اور مشرک شریک ہو کر سڑکوں پر کھڑے فینٹی زبان میں گا رہے تھے کہ زلزلہ آگیا ہے اس لئے مہدی آگیا ہے۔

اس کے نتیجہ میں اِس علاقہ میں یکصد اسّی افراد بیعت کر کے داخل سلسلہ حقہ ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

تُو میرا وطن ہے ۔ میرا پیارا وطن
تیری زمیں سونا اُگلتی ہے،
تیرے دریاؤں میں چاندی بہتی ہے،
تیرے باغ کی بھینی بھینی خوشبو،
میری رُوح، میری رگ رگ میں رچی ہوئی ہے۔
میرے پیارے وطن،
تیرے خوبصورت، لہلہاتے ہوئے کھیت،
میرا پیٹ بھرتے ہیں۔
تیری گلیوں کی ٹھنڈی میٹھی ہوا
مجھے لوریاں دیتی ہے۔
اے میرے وطن،
تو میری مقدس ماں ہے، جس نے
اپنا دُودھ پلا کر
مجھے پالا پوسا، مجھے جوان کیا ہے۔
تیرا دُودھ
لہُو بن کر میرے جسم میں دوڑتا، مچلتا ہے
اس دُودھ نے مجھے زیست کا سامان بخشا
میری سوچوں کو نکھارا ہے۔
میرے بازوؤں کا کس بل
تیرا ہی دیا ہوا ہے۔
اے میرے وطن،
میری ساری زندگی، میرے سارے نغمے
تیرے لئے ہیں
مَیں —— !!
تیرا بیٹا ۔ تیرا سپاہی
اپنی زندگی، اپنی جان
تجھ پر وار دوں گا
تجھے تیرے دُودھ کا خراج دیکر
تیری سرحدوں، کناروں کو
لہُو کے غازہ سے رنگ دوں گا
اے وطن ۔ میرے وطن ۔ پیارے وطن

(ع ۔ ک ۔ خ)

وقت، مال اور قوّتِ تدبّر کی صحیح قدر اور اسکی اہمیّت

احمدی نوجوانوں کو محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی بیش قیمت نصائح

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب صدر عالمی عدالت نے احمدی نوجوانوں کو یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ مومن کا ہر لحظہ، اس کا ہر پیسہ اور اس کی ہر سوچ اور فکر و تدبّر نہایت قیمتی ہے۔ مومن ہونے کی حیثیت میں نوجوانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات، اپنے اموال اور اپنی غور و فکر کی صلاحیت کی حقیقی قدر کرنا سیکھیں اور وہ قدر یہی ہے کہ آپ کا ہر لمحہ، آپ کا ہر پیسہ اور آپ کی ہر سوچ برموقع اور برمحل استعمال میں آئے اس رنگ میں صرف ہو کہ وہ حصولِ رضائے الٰہی پر منتج ہو نہ کہ اس کی ناراضگی مول لینے کا موجب بنے۔ اس کے لئے قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہونا اور اسلامی اقدار کو اپنانا ضروری ہے۔

محترم چوہدری صاحب موصوف نے یہ بیش قیمت نصائح ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے ماہانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور قوتیں عطا فرمائی ہیں ان کی حقیقی قدر دانی اور شکر گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو صحیح رنگ میں برموقع استعمال کیا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس رنگ میں استعمال کریں کہ اس صحیح اور برمحل استعمال کے نتیجہ میں شکر گزاری کا حق ادا ہو سکے اور یہ نہ ہو کہ ہم کفرانِ نعمت کے مرتکب قرار پا کر مستحقِ عذاب ٹھہریں۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے خاص طور پر تین نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ (۱) انسانی زندگی اور وقت (۲) قوتِ فکر و تدبّر (۳) مال و دولت۔

محترم چوہدری صاحب نے خدام کو تحریک جدید کے اصولوں کے مطابق سادہ زندگی اختیار کرنے کی پُرزور تاکید فرمائی۔

آخر میں آپ نے ربوہ کے خدام کو خاص طور پر اسلامی اقدار اپنانے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں اُجاگر کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ اور ہماری ہر سوچ و فکر اور ہمارا ہر خرچ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہونا چاہیئے تا کہ ہم اپنے دعاوی کا عملی ثبوت دُنیا کو فراہم کر سکیں۔

مرکزی اعلانات

انتخاب قائد و تقرر عہدیداران خدام الاحمدیہ

ابھی کافی ایسی مجالس موجود ہیں جہاں آئندہ دو سال ۷۳-۱۹۷۲ء کے لئے نئے قائد کا انتخاب عمل میں نہیں لایا گیا۔ اگر آپ کی مجلس کے قائد کا انتخاب نہیں ہوا تو فوری طور پر مقامی پریذیڈنٹ صاحب کی زیر صدارت انتخاب کروا کر صدر محترم کی خدمت میں برائے منظوری ارسال کر دیں۔

اگر مرکز سے قائد کی منظوری ہو چکی ہے تو عاملہ کا جلد تقرر کر کے منظوری حاصل کر لیں۔

بشیر احمد شمس
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

قائدین اضلاع خدام الاحمدیہ متوجہ ہوں

قائدین سے درخواست ہے کہ امسال مندرجہ ذیل امور کو خاص طور پر مد نظر رکھیں:۔

۱۔ مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ کے فیصلہ کے مطابق تمام مجالس کے بجٹ تشخیص ہونے ضروری ہیں۔ لہذا تمام قائدین اضلاع یہ خیال رکھیں کہ اپنے اپنے ضلع کی تمام مجالس کے بجٹ تشخیص کروانے کے وہ ذمہ دار ہیں۔

۲۔ امسال اس بات کو ضرور مد نظر رکھیں کہ آپ کے ضلع کی تمام شہری مجالس اور بڑی بڑی دیہاتی مجالس کا چندہ ماہ بماہ مرکز کو ارسال کیا جاتا رہے۔ اس امر کی نگرانی بھی آپ کریں کہ مجالس چندہ باقاعدہ مرکز کو بھجوا رہی ہیں۔

۳۔ تعمیر ہال کا چندہ ہر مجلس کے بجٹ چندہ مجلس کے برابر لگایا گیا ہے۔ اس چندہ کی وصولی بھی ساتھ ہی ساتھ کی جائے۔

۴۔ سالانہ اجتماع کے چندہ کی وصولی بھی چندہ مجلس کے ساتھ ساتھ برابر بارہ اقساط میں کی جائے۔

(مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

تصحیح

رسالہ خالد ماہ نبوت ۱۳۵۰ھش (نومبر ۱۹۷۱ء)
کے صفحہ پر قیادت مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر
میں حلقہ سلطان پورہ اور حلقہ مزنگ سہوِ کتابت
کی وجہ سے رہ گیا تھا۔ حلقہ سلطان پورہ اور حلقہ
مزنگ بھی قیادت دارالذکر میں شامل ہیں۔

بشیر احمد شمس
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

الاکو کے چار عظیم بونس

ٹرمینل بونس کا انحصار کمپنی کے اثاثوں کے منافع پر ہے یہ بونس بیمہ شدہ رقم پر مستقل اضافہ نہیں ہے بلکہ اسکی ادائیگی صرف ایک مرتبہ موت یا پالیسی کی مدت پوری ہونے پر ہوگی اور اس بونس کی شرح میں کمی زیادتی یا بالکل بند ہونے کا بھی امکان ہے۔

ONE RUPEES ONE RUPEES ONE RUPEES ONE RUPEES

ا ل ا ک و

قائم شدہ ۱۸۹۲ء

آئیڈیل لائف ایشورنس کمپنی لمیٹڈ

Regd. No. L 5830
Sulh 1352
January 1972